سوال

(124) عبادت شاقہ اور نفس کشی ثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہیں یا الخ

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین کے عبادت شاقہ اور نفس کشی ثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ کی اتباع زیادہ بہتر ہے۔ امید ہے کہ کتاب وسنت سے اس کا جواب عنایت فرمائیں گے۔؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں ثواب زیادہ ہے۔ نہ کے عبادات شاقہ میں جو سنت کے خلاف ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو آسان دین دے کر بھیجا گیا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ابراہیم حنیف کے دین کی پیروی کرو۔ قرآن میں ہے۔''اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہ رکھی۔ ایک اور جگہ فرمایا!اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنا چاہتے ہیں نہ کہ تنگی وغیرہ۔بخاری شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا!کہ اللہ کے نزدیک سب سے پیارا دین حنیف ہے جو آسان ہے مطلب یہ ہے کہ دین کے تمام امور ہی خدا تعالیٰ کو پسند ہیں لیکن سب سے زیادہ پیارا اور آسان مسلک ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بہترین دین وہ ہے جو آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو تعلیم فرمایا ہے۔ کہ اللہ کے بندے یہ دعا کرتے ہیں۔ کہ اے ہمارے رب ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالنا جیسا پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے دین آسان ہے۔ اس حدیث سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ دین پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو دین میں سختی اختیار کرے گا۔ دین اس پر غالب آجائے گا۔ یعنی وہ ریاضات شاقہ سے تنگ آکر بالآخر رخصت پر عمل کرنے پر مجبور ہوجائے گا۔ اور اس صورت میں طلب الکل فوت الکل کا مصداق بن جائے گا۔ شریعت کا مقصد یہ ہے کہ ایسے نفلی افراط سے بچنا چاہیے۔ جو ترک افضل کرائے۔ یا واجب فرائض میں خلل ڈالے۔ مثلاً کوئی ساری رات نفل پڑھے۔ اور آخری وقت مین اس پر نیند غالب آجائے۔ اور صبح کی نماز ضائع ہوجائے پس تم افراط تفرط سے بچو اور ریاضت شاقہ سے بچتے ہوئے سہولت اختیار کرو۔ کہ تم اس پر مواظبت اختیار کرسکو گے اور لوگوں کو مداومت پر اجر جزیل کی بشارت سناؤ۔ اور کچھ سفر پہلے پہل کرلیا کرو۔ اور کچھ پچھلے پہر اور کچھ رات کی تاریخی میں۔

آپ ﷺ نے عامل کو مسافر سے تشبیہ دی اگر کوئی مسافر رات دن چلتا رہے گا۔ تو آخر تھک جائے گا۔ اور اگر کوئی مسافر کچھ دیر آرام کرلے۔ اور کچھ دیر سفر کرلے تو وہ اپنی منزل پر پہنچ جائے گا۔ اور حضور ﷺ کی یہ تشبیح بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ دنیا سے آخرت کو چلنا بھی ایک سفر ہے۔بخاری شریف میں اس حدیث سے پہلے قیام اور صلوٰۃ وغیرہ کے فضائل کی حدیثیں بیان ہوئی تھیں۔ ان کے بعد امام بخاری اس حدیث کو لاتے ہیں۔ کہ اعمال بجالانے میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے۔بخاری شریف کی دوسری حدیث یہ ہے کہ اللہ کو پیارا دین وہ ہے۔ جس پر عامل ہمیشہ عمل کرسکے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہمیشگی اس عمل پر کرسکتا ہے۔ جو آسان ہو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعمال کو دین کہا گیا

ہے۔ کیونکہ تنگی یا آسانی تو اعمال میں ہی ہوسکتی ہے نہ کہ تصدیق میں اور دوام سے مراد حقیقی نہیں ہے۔ کہ ہر وقت عمل ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے مراد دوام عرفی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون عورت ہے۔؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا یہ فلاں عورت ہے۔ (یعنی حولاء اسدیہ) جو رات کو کبھی نہیں سوتی۔ یہ مدینہ میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والی عورت ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس بات کو چھوڑ تم پر ضروری ہے جس کی تم طاقت رکھو۔ جب تم اکتا جاتے ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اکتا جاتے ہیں۔ اللہ کو سب سے پیارا دین وہ ہے جو آسان ہے۔ اس حدیث کو ملحوظ رکھتے ہوئے بہت سے علماء نے استنباط کیا ہے۔ کہ تمام رات نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ امام نوویؒ نے کہا کہ تھوڑے عمل کا اجر بسا اوقات ہمیشگی کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے۔ اور زیادہ عمل کا اجر بسبب منقطع ہوجانے عمل کے گھٹ جاتا ہے۔ اور اس حدیث میں قرآن کو اس آیت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور رہبانیت کو انھوں نے از خود بنا لیا تھا۔ ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا۔ بالآخر وہ اس کو نباہ نہ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ عبد اللہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب عمل سے تھک جاتے تو اس تکرار پر بڑے پشیمان ہوجاتے۔ جو انھوں نے آپ ﷺ سے تخفیف عبادت کے متعلق کی تھی۔ اور کہتے تھے کہ کاش میں آپ ﷺ کی رخصت کو قبول کرلیتا اور اپنے مقرر کردہ عمل میں کبھی کوتاہی نہ کرتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب ان کو کوئی حکم دیتے تو ایسا ہی حکم دیتے جو لوگوں کی طاقت کے مطابق ہوتا۔ اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کو پیارا عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم آپ جیسے تو نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے گناہ تو معاف کردیئے ہیں۔ آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے۔ یہاں تک کے آپ ﷺ کے چہرے پر غضب کے آثار نظر آنے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سب میں سے زیادہ پرہیز گار ہوں۔ تم سب سے زیادہ اللہ کو جانتا ہوں مطلب یہ کہ خداوند کا قرب حاصل کرنے کے لئے میری ہدایات کو ملحوظ رکھو۔ اپنے اوپر آسان اعمال رکھو۔ اور اپنے قیاس سے عبادات شاقہ اختیار نہ کرو۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس کے متعلق ایک الگ باب باندھا ہے۔ کہ عبادات میں سختی مکروہ ہے۔ اور حدیث بیان کی انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل ہوئے اور دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہے آپ ﷺ نے فرمایا! یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ زینب کی رسی ہے جب وہ قیام کرتے کرتے تھک جاتی ہے۔ تو اس سے اپنے آپ کو باندھ لیتی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا! کہ اس کو کھول دو۔ اپنی خوشی تک نماز پڑھنی چاہیے۔ جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرے پاس بنواسد کی ایک عورت بیٹھی تھی تو آپ ﷺ اندر داخل ہوئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ عورت کون ہے ھ۔ میں نے کہا یہ فلاں عورت ہے۔ یہ رات کو کبھی نہیں سوتی۔ پھر اس کی نماز کا زکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس بات کو چھوڑدے۔ اتنا ہی عمل کیا کرو جتنی تمھیں طاقت ہو۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ بھی نہیں اکتاتے جب تک کہ تم نہ اکتا جاؤ۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ عبادات شاقہ مکروہ و خلاف طبع آپ ﷺ ہیں۔ کیونکہ ان پر مداومت دشوار ہے۔ امام بخاری و مسلم و باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث لائے ہیں۔ کہ تین آدمی آپ ﷺ کی بیویوں کے پاس آئے۔ او رنبی ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کیا جب انہوں نے آپ کی عبادت کے متعلق خبر دی۔ تو انہوں نے اس عبادت کو کم محسوس کیا۔ کہنے لگے ہماری آپ ﷺ سے برابری کیسے ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیئے ہیں۔ تو ایک نے کہا مین تو ساری رات ہمیشہ نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے رکھا کروں گا۔ اور کبھی افطار نہ کروں گا۔ اور تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا۔ کبھی نکاح نہ کروں گا۔ تو نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ اور فرمایا کہ تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے اس طرح کہا ہے۔ خدا کی قسم میں تم سب میں سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں۔ تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں۔ لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ اور رات ک نماز بھی پڑھتا ہوں۔ اور سوتا بھی ہوں۔ اور میں نے عورتوں سے نکاح بھی کر رکھے ہیں۔ جو شخص میری سنت کو حقیر سمجھے وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ ابن الہمام صاحب فتح القدیر محشی ہدایہ اور ملاں علی قاری نے کہا ہے۔ فضیلت نبی کریم ﷺ کی اتباع میں ہے۔ نہ اپنے خیال کے مطابق عبادات شاقہ میں جو بظاہر افضل معلوم ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے افضل نبی ﷺ کے لئے سب سے اشرف اعمال پسند فرمائے ہیں۔ پس جو چیز آپ ﷺ کے مزاج کے خلاف ہے وہ مردو ہے۔ تفسیر نیشاپوری اور معالم التنزیل میں مذکور ہے۔ کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو وعظ فرمایا۔ قیامت کا حال بیان کیا لوگوں کی طبیعت نرم ہوئی اور رونے لگے۔ تو دس صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین حضرت عثمان بن مظعون جمحی کے گھر میں جمع ہوئے یہ آپ ﷺ کے رضائی بھائی تھے۔ اور آپس میں مشورہ کیا کہ ان باتوں پر اتفاق کریں۔ کہ ہم راہب بن جائیں گے۔ موٹے کپڑے پہنیں گے۔ اپنے آپ کو خصی کردیں گے۔ ہمیشہ روزہ رکھا کریں گے۔ اور رات کو قیام کیا کریں گے۔ سوئیں گے نہیں روغن اور گوشت نہیں کھائیں گے۔ عورتوں کے قریب نہ جائیں گے خوشبو نہ لگائیں گے۔ زمین میں سیاحت کریں گے۔ جب اس بات کی اطلاع آپ ﷺ کو ہوئی تو پ ﷺ تو آپ عثمان بن مظعون کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ نہ ملے آپ ﷺ نے اس کی عورت سے پوچھا کیا جو بات تیرے خاوند اور اس کے ساتھیوں کے متعلق مجھے پہنچی ہے۔ وہ صحیح ہے۔ اس نے اپنے

خاوند کا راز بتانا بھی صحیح نہ سمجھا۔ اور آپ ﷺ سے غلط بیانی بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ اگر آپکو عثمان نے بتایا ہے۔ تو پھر صحیح ہوگا۔ آپ ﷺ واپس تشریف لائے۔ پھر جب وہ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین آپ ﷺ سے ملے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تم سے اس طرح ی بات پہنچی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے۔ کہنے لگے ہاں اللہ کے رسول ﷺ ہمارا ارادہ تو بھلائی کا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے توان باتوں کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ تمہاری جانوں کا بھی تم پر حق ہے۔ روزے بھی رکھا کرو اور افطار بھی کیا کرو۔ سویا بھی کرو اور نماز بھی پڑھا کرو۔ میں قیام بھی کرتا ہوں اور روزے بھی رکھتا ہوں۔ اور افطار بھی کرتا ہوں۔ گوشت اور روغن بھی کھاتا ہوں عورتوں سے تعلقات بھی رکھتا ہوں۔ جو میری سنت کو حقیر سمجھے وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔ پھر آپ نے لوگوں کو اکھٹا فرمایا اور خطبہ ارشاد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے۔ ؟ جنھوں نے عورت کھانے خوشبو۔ نیز اور خواہشات کو اپنے اوپر حرام کردیا ہے۔ میں تم اس بات کا حکم نہین دیتا کہ تم راہب بن جائو۔ یہ میرا دین نہیں ہے۔ پہلے لوگ بھی اپنے اوپر سختی کر کے ہلاک ہوئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کی اور آج گرجوں میں یہ انہی کا بقایا ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اے ایمان والو! اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام مت ٹھرائو۔ اور زیادتی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اہل بصیرت جانتے ہیں کہ شریعت کے مصائع وحقائق پر نگاہ رکھنا صرف نبی کا کام ہے۔ نہ کہ ولی کا خواہ وہ کتنا ہی کامل کیوں نہ ہو۔ کیونکہ جب آپ ﷺ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے پسند نہ آئی تو دوسرا ان سے بہتر اور کون ہوگا۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اپنی کتاب ارشاد الطالبین میں فرمایا ہے۔ کہ خواجہ بہاوالدین نقشبند اور ان جیسے بزرگون نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ جو عبادت سنت کے موافق ہے۔ وہ عبادت تزکیہ نفس کے لئے مفید تر ہے۔ لہذا بدعت حسنہ سے بھی اس طرح گریز کرنا چاہیے جیسے کہ بدعت سئیہ سے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی گمراہی ہدایت تو نہیں ہوسکتی۔ پھر حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ کوئی قول اس وقت تک قبول نہیں ہوسکتا۔ جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے۔ اور پھر قول و عمل دونوں نیت کے بغیر قبول نہیں ہوتے۔ اور پھر قول و عمل اور نیت تینوں اس وقت تک قبول نہین ہوتے۔ جب تک کہ سنت کے مطابق نہ ہوں۔ اور جب اعمال سنت کے مطابق نہ ہوں گے تو ان کو ثواب کیا ملے گا۔ اور عبادت شاقہ کو تزکیہ نفس میں کوئی دخل ہوتا تو آپ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو اس سے منع نہ فرماتے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آیا ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی جانوں پر سختی نہ کرو۔ ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی تھی۔ سو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کی پس آج گرجوں میں انہیں لوگوں کا بقایا ہے۔ اگر کوئی سوال کرے عبادات شاقہ وریاضات بدنیہ سے ہم ترقی محسوس کرتے ہیں۔ مکاشفات اور ترقی باطن نصیب ہوتی ہے۔ اور اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ تو ہم کہتے ہیں واقعی ریاضات سے یہ چیزیں نصیب ہوتی ہیں۔ لہذا حکمائے اشراقین اور ہندو جوگی ان صفات سے متصف ہیں۔ یہ کمالات اہل اللہ کی نظر سے ساقط ہیں۔ ان کے نزدیک ان کی قیمت ایک جو بھی نہیں ہے۔ کیونکہ نور سنت کے بغیر ذاتی نفس اور وساوس شیطانی کو ختم کرنا ممکن نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (سید نزیر حسین دہلوی)

پیغمبر خدا علیہ السلام کا صاف صریح صحیح حکم ہوتا ہے۔ اور عین اس کے الٹ اور مخالف ایک غیر نبی امتی کا اپنا خیال وقیاس ہوتا ہے۔ مگر ایک خوش فہم اور خوانخوار کا مجبور اور بے بس مقلد ارشاد نبوت چھوڑ کر ایک فرد امت کے حکم کو واجب التسلیم سمجھتا ہے۔ ایک شاہ ولی اللہ کیا کئی بزرگ اور معتمد امام اس قسم کی تقلید کے انشراح قلب سے مخالف ہیں ۔ مثلا۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

[فتاویٰ علمائے حدیث]()

جلد 11 ص 422

محدث فتویٰ